پاکستان کے جمہوری نظام پر بیرونی اثرات

جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ

پاکستان میں استحکام جمہوریت کے راستے میں اندرونی مسائل و معاملات ہمیشہ بڑی رکاوٹ بنے رہے ہیں، جن کا ادراک اور ان کے اثرات کا جائزہ لینا ایک الگ بحث ہے جبکہ اندرونی مسائل کے ساتھ ساتھ بیرونی اثرات بھی ملکی جمہوریت و استحکام کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس تجزیئے میں ان بیرونی اثرات کا ذکر ہے جو پاکستان کے جمہوری نظام پر اثرانداز ہوتے نظر آتے ہیں۔

آیئے آغاز 11 ستمبر کے واقعہ سے کرتے ہیں جس کے تاریخ عالم پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ نیویارک میں پیش آنے والے اس واقعہ کا بدلہ چکانے کے لئے امریکہ نے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے لبادے میں افغانستان اور عراق پر چڑھائی کا فیصلہ کیا اور وہاں کے عوام سے آزادی، جمہوریت اور آزاد اقتصادی و معاشی نظام کے قیام کا وعدہ کیا۔ ان مقاصد میں امریکہ کو صرف اتنی کامیابی ہوئی ہے کہ ان ممالک کے عوام کو صدام حسین اور طالبان سے آزادی تو مل گئی لیکن اصل مسائل نہ صرف جوں کے توں رہے بلکہ ان میں مزید الجھاؤ پیدا ہوا ہے، قیام جمہوریت کے راستے میں بڑی رکاوٹیں ہیں، مشکلات ہیں۔

پہلی رکاوٹ ترکی کی طرف سے پیش آئی جب وہاں کی خود مختار پارلیمنٹ نے امریکہ کو اپنی سرزمین عراق کے خلاف استعمال کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے قیام جمہوریت کی جدوجہد میں اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ کہیں بھی خود مختار پارلیمنٹ قائم نہ ہو سکے جو امریکی مفادات کے خلاف فیصلے کرنے کی مجاز ہو دوسرا صدمہ اس وقت پیش آیا جب اتحادی افواج کو افغانستان اور عراق میں شدید مزاحمت سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ مزاحمت غیر متوقع تھی جو ملک کے اندر سے اور ان عناصر کی جانب سے بھی تھی جنہیں امریکہ نے روس کو شکست دینے کے لئے افغانستان میں استعمال کیا تھا اور اب یہی اسلامی دنیا کی مزاحمتی قوت بن چکی ہے (Global Resistance Force) جو جہاد افغانستان کی مرہون منت ہے اور اب یہ جانتے ہوئے کہ اندرون ملک اس مزاحمت کو طاقت کے زور پر کچلنا ناممکن ہے امریکہ نے مختلف حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے ہیں تاکہ عوام کو باہم الجھا کر اپنے مقاصد کا حصول ممکن بنایا جا سکے۔ مثلاً مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک کے ساتھ ساتھ پاکستان، افغانستان اور ایران میں جمہوری اصلاحات متعارف کرانے کے لئے "وسیع تر مشرق وسطیٰ پلان" وضع کیا گیا ہے جس پر عملدرآمد شروع ہے جس کے اثرات ظاہر ہو چکے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر مارٹن وولاکوٹ نے اس صورت حال کا تجزیہ یوں کیا ہے کہ "ایسا نظر آتا ہے کہ ایرانیوں سے مستقل مزاجی کا دامن چھوٹتا جا رہا ہے، ہر دلعزیز خاتمی زیر ملامت ہیں، انتہا پسند طلبہ کی تحریک نے پارلیمانی اصلاحات کے حامیوں سے اشتراک کر لیا ہے جو کہ ایرانی معاشرتی اور سیاسی نظام میں ڈرامائی تبدیلی کا مظہر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ اور ایرانیوں کے مفادات ایک ہی مرکز کی طرف مائل ہیں۔ افغانستان اور عراق میں امریکہ کو درپیش مسائل اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امریکہ کو تہران کی پہلے سے کہیں زیادہ اب ضرورت ہے" اس حکمت عملی کے پیچھے یہ سوچ بڑی واضح نظر آتی ہے کہ مغربی ایشیا اور عرب دنیا کے درمیان نظریاتی تصادم کا آغاز لازم تصور کیا جاتا ہے۔

چونکہ خود مختار پارلیمنٹ کا قیام ایک خطرہ سمجھا جاتا ہے اس لئے متعلق جمہوریت امریکی عزائم کی تکمیل کیلئے زیادہ موزوں ہو گی۔ اس لئے ایران میں مستحکم جمہوریت قائم نہ ہو پائے گی۔ اسی طرح

امریکہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کہیں بھی خود مختار پارلیمنٹ قائم نہ ہو، جو اس کے مفادات کے خلاف فیصلے کرنے کی استطاعت رکھتی ہو

عراق میں بھی شیعہ اکثریت کو شمالی کردوں اور بعث پارٹی کے خلاف صف آرا کر دیا گیا ہے تاکہ اندرونی خلفشار ابھرے اور خانہ جنگی کی سی صورت حال پیدا ہو جائے۔ "رابرٹ فسک" نے اس صورت حال کا نقشہ یوں کھینچا ہے "ہم عراق کی تاریخ کے سیاہ دور میں داخل ہو رہے ہیں جہاں منحوس واقعات سے پالا پڑے گا۔ خانہ جنگی جو کہ قابضین کا آخری حربہ ہوتا ہے، ہمارے کانوں میں ابھی سے اس کی آوازیں آ رہی ہیں' ایسی ہی صورت حال افغانستان میں بھی درپیش ہے جہاں پختون اکثریت کو سیکولر شمالی اتحاد کے خلاف صف آراء کر دیا جائے گا کہ ایک دوسرے پر برتری لے جانے میں کون کامیاب ہوتا ہے۔ اس جیسی صورت حال کی زندہ مثال الجیریا ہے جہاں بارہ سالوں میں تباہی و بربادی کے ہولناک مناظر رونما پذیر ہوئے۔ انہیں خطرات کا ادراک کرتے ہوئے "حسنی مبارک" کہتے ہیں کہ "عراق افغانستان یا کہیں اور اگر ایسی اصلاحات نافذ کی جائیں تو خطرہ ہے کہ ہم اور ہمارے پڑوسی ممالک، بدامنی اور تشدد کی مستقل فضا میں دھکیل دیئے جائیں گے"۔

پاکستان میں جاری جمہوری عمل کی صورت حال یہ ہے کہ یہاں منتخب حکومت اور پارلیمنٹ کو اندرونی ریشہ دوانیوں نے یرغمال بنا رکھا ہے جبکہ دو قومی سیاسی جماعتیں، مسلم لیگ (نواز) انتشار کا شکار ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی (بے نظیر) منقسم ہو چکی ہے اور ان کا اصل مقام پاکستان مسلم لیگ (ق) اور پاکستان پیپلز پارٹی (پٹریاٹ) نے لے رکھا ہے اور اسلامی پارٹیوں کا اتحاد متحدہ مجلس عمل کی صورت میں ایسی جمہوریت کا نقشہ بن چکا ہے جو اندر سے یرغمال نظر آتی ہے۔ صدر بش کا یہ کہنا بڑا معنی خیز ہے کہ "پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو بیک وقت آزاد معاشرے، متحرک پارلیمنٹ اور اسلامی اقدار کا مظہر ہے" یعنی عین امریکہ کی مرضی کے مطابق جمہوریت قائم ہو چکی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ موجودہ حالات میں اس حکومت کیلئے کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ اپنی مدت پوری کرے گی' تاہم فی الحال کوئی ایسی صورت حال پیش آئے جس کے متعلق قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پاکستانی عوام کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے یہ کہنا بھی درست ہو گا کہ وہ موجودہ حالات کی تائید کرتے ہوئے اکثر و بیشتر حکومت کا ساتھ دیں گے اور آئندہ چار سالوں کے عرصہ میں جبکہ موجودہ حکومت اپنی پوزیشن اور زیادہ مستحکم کرے گی، مسلم لیگ (نواز) اور پیپلز پارٹی (بے نظیر) کے مزید افراد سرکاری جماعتوں میں شامل ہونگے کیونکہ ان کے رہنماؤں کی ملک میں عدم موجودگی سے عام آدمی محرومی کا شکار ہے۔ 7-2006 میں موجودہ حکومت قبل از وقت انتخابات کا فیصلہ کر سکتی ہے اور ماضی میں انتخابات کے تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کا قوی امکان ہے کہ زیادہ تر یہی افراد دوبارہ منتخب ہو کر آئیں گے اور 12-2011 تک برسر اقتدار رہیں گے۔ یقیناً حکومت کے لئے اس سے بہتر صورت حال نہیں ہو سکتی جبکہ حزب اختلاف کی سیاسی حکمت عملی اتنی واضح اور مضبوط نہیں کہ جس سے حکومت کو کوئی خطرہ ہو۔

پاکستان میں جمہوریت کے فروغ اور قومی سلامتی اور خود مختاری کو کچھ اور بھی خطرات درپیش ہیں جن میں پہلا خطرہ بین الاقوامی انٹیلی جنس ایجنسیوں کا پاکستان کے خلاف کردار ہے۔ امریکہ، انڈیا، برطانیہ اور اسرائیل کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کا یہ اعتراف کہ وہ گذشتہ پندرہ سالوں سے نہ صرف پاکستان کے ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث ہونے پر کام کر رہی ہیں بلکہ ہمارے تمام معاملات تک ان کی رسائی ہو چکی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری قومی یکجہتی اور خود مختاری کو سخت خطرات درپیش ہیں۔ مستقبل قریب میں ان ایجنسیوں کا اجلاس تل ابیب میں منعقد ہو گا تاکہ ہدف ممالک، خصوصاً پاکستان جو کہ ایٹمی صلاحیت کا حامل ہے اور مشرق وسطیٰ کے وسیع تر پلان کے لئے نئی حکمت عملی مرتب کی جا سکے۔ دوسرے خطرے کی نشاندہی امریکی جنرل ابی زید کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ "سعودی عرب اور پاکستان میں اسلامی انتہا پسندی کو شکست دینا اس بات سے زیادہ اہم ہے کہ عراق اور افغانستان میں جنگ جیتی جائے کیونکہ عسکری جنگ کے ساتھ ساتھ یہ ایک نظریاتی جنگ بھی ہے" یہ نظریاتی تصادم مغرب و مشرق کے درمیان نہیں بلکہ عربی و عجمی اور شیعہ و سنی سوچوں کے درمیان تصادم کا تصور ہے جو "وسیع تر مشرق وسطیٰ پلان" کا بنیادی مقصد ہے۔

یہ بیرونی خطرات جو آج پاکستان کی جمہوریت کو درپیش ہیں، آئندہ ان کی کیا صورت سامنے آئے گی اس پر خاصے غور و خوض کی ضرورت ہے تاکہ متبادل حکمت عملی مرتب کی جا سکے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "اگر ہم جمہوریت کا دفاع نہیں کر سکتے تو ہمیں جمہوریت کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں"۔